فتاویٰ عالمگیری

(وہ کتابیں اپنے آباء کی......اس عنوان کے تحت اسلام کے مصادر و مراجع میں سے کسی ایک کتاب کا تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس بار فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری کا تعارف نذرِ قارئین ہے)

مولانا محمد ساجد میمن

اورنگ زیب عالمگیرؒ نے اپنے عہد حکومت کے ابتدائی دور ہی میں مقدمات اور متنازعہ فیہ معاملات و مسائل کو شریعت اسلامی کی روشنی میں تصفیہ کرنے کے لئے فقہ اسلامی پر ایک جامع اور مستند کتاب تدوین کرائی جو ہندوستان میں فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کا کام تخت نشینی کے چار سال بعد ایک شاہی فرمان کے ذریعہ ۱۰۷۳ھ بمطابق ۱۶۶۳ء میں شروع ہوا اور آٹھ سال میں یعنی ۱۰۸۱ھ کو پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یہ کتاب ہدایہ کے بعد فقہائے حنفیہ کے نزدیک مستند، معتبر اور جامع کتاب ہے جو نہایت ہی احتیاط اور سائنٹفک طریقہ پر ترتیب دی گئی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب کسی وقتی مصلحت یا محض ایک شخص کی خواہش کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ فتاویٰ کی ترتیب و تدوین کا اصل محرک مسلمانوں کا یہ شدید احساس تھا کہ ان کے اجتماعی معاملات کا فیصلہ کتاب و سنت کے مطابق ہو اور اسلامی قانون ملک میں جاری و ساری ہو۔ ایسی کتاب کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی جو انفرادی فتاویٰ کے اختلافات کو دور کردے اور قانون کی بنیادی کتاب کی حیثیت سے پوری مملکت میں استعمال کی جاسکے، لیکن محض سیاسی وجوہات کی بناء پر اس قسم کی کتاب کی ترتیب کے مواقع نہیں مل سکے تھے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دور اور اس سے پہلے کے دور کے سیاسی پس منظر کو بھی سمجھ لیں۔ اس سے اندازہ ہوسکے گا کہ سیاسی حیثیت سے وہ کون سے تغیرات پیدا ہوگئے تھے، جو ایک ایسی جامع اور ہمہ گیر فقہ کی کتاب کے ترتیب دینے کا باعث بنے، جو اپنے دور ہی میں نہیں بلکہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے حکومت جانے سے قبل تک مسلمانوں کے معاملات کی اور پوری اسلامی مملکت ہند کی عدلیہ کی بنیادی کتاب تھی اور آج بھی جس کی روشنی و ہدایات میں باہمی معاملات حل ہوتے ہیں۔

سیاسی پس منظر: ہندوستان میں مسلمانوں کے دور حکومت کی ابتداء صحیح معنوں میں غلاموں کے خاندانِ حکومت سے

ہوتی ہے جن کا مقصد ہندوستان میں مستحکم اور پائیدار حکومت قائم کرنا تھا، اس دور میں مسلمانوں میں سیاسی اور فکری اتحاد تھا اور اس حکومت کے قیام واستحکام کے لئے ضروری تھا کہ باہمی اختلاف پیدا نہ ہوں، اس کے برخلاف ہندوستان کے آبائی باشندے اور ہندو، مسلمانوں کی اس کامیابی سے بہت ہی ہراساں اور خوفزدہ تھے، ہندوؤں نے مسلمان حکومت یا امراء سے تعاون اور میل ملاپ کرنے کے بجائے مستقل جنگ جاری رکھی۔ مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کیا، انہیں وہ اچھوت اور نجس سمجھتے رہے۔ اس طرح دونوں گروہ اپنی علیحدہ علیحدہ شکل وصورت میں باقی تھے جن میں کوئی رشتہ اتحاد پیدا نہ ہوا تھا۔ اس صورت حال سے ہندو مطمئن نہیں تھے۔ ان کی یہ پالیسی رہی کہ ایک طرف عدم تعاون واشتراک سے وہ قومی خصوصیات کو محفوظ رکھ سکیں گے اور دوسری طرف اپنی قوت وشجاعت کے بل بوتے پر مسلمانوں کی حکومت ختم کر دیں گے، اس لئے اس پالیسی پر وہ صدیوں عمل پیرا رہے اور آخری بار بابر کے مقابلہ میں رانا سنگرام راجپوتانہ نے تمام ہندو راجاؤں کا محاذ بنا کر بابر کو ہندوستان سے نکالنے کی آخری ناکام کوشش کی، رانا اپنی شجاعت میں بہت مشہور تھا۔ لیکن راجپوتوں کی اس ناکامی نے ان کی آئندہ کی توقعات پر پانی پھیر دیا اور انہیں یہ مایوسی پیدا ہوئی کہ مسلمانوں کو قوت کے بل بوتے پر نہیں نکال سکتے۔ ان کی پشت پر یہی ناکامی نہیں بلکہ اس قسم کی کئی ایک ناکامیاں جسے وہ ماضی میں دیکھ چکے تھے موجود تھیں، اس لئے دوراندیشی اور معاملات کو صحیح طور پر تشخیص کرنے کے بعد آئندہ کے لئے جنگ وجدال، اختلاف اور عدم تعاون کی بجائے راجپوتوں کے ایک بہت بڑے گروہ نے مسلمان حکمرانوں سے تعاون اور دوستی کی راہ ورسم اختیار کی۔ راجپوتوں نے اپنی لڑکیاں مسلمانوں کے نکاح میں دینا شروع کیں، جنہیں اب تک وہ ملیچھ اور ان کے سایہ کو نجس سمجھتے رہے تھے اور زندہ گرفتار ہونے کے بجائے چتا پر جل کر مرنے کو ترجیح دیتے تھے۔

ہندو راجاؤں کا شہنشاہ اکبر سے یہ اشتراک ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی ارتقاء میں زبردست رکاوٹ ثابت ہوا اور رفتہ رفتہ اکبر جیسے کم اندیش بادشاہ نے ان نئے اثرات کو قبول کیا اور ایسی ایسی اصلاحات کیں جو مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث بنیں اور مسلمانوں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ اکبر کو یہ خبط بھی سوار ہوا کہ وہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی تفریق ختم کرے اور دونوں کو اپنے گرد جمع کرے۔ چنانچہ دین الٰہی کے نام سے ایک نئے مذہب کی ابتداء کی، اس کے علاوہ متعدد ایسے احکامات واصلاحات نافذ کئے جس سے اسلام کی بنیادی تعلیمات بھی مجروح ہوئیں اور مسلمانوں کی وحدت بھی پارہ پارہ ہوئی۔

اکبر کے اس رویہ کے خلاف مسلمانوں میں ایک اضطراب پیدا ہوا۔ علماء نے اس کے خلاف فتوے دیئے اور روساء نے بغاوتیں کیں اور ایک وقت تو ایسا آیا کہ اکبر کے اقتدار کو سخت خطرہ لاحق تھا، لیکن اکبر کے نئے وفادار یعنی ہندو راجا اور مہاراجہ اس کی پشت پر تھے اور وہ ان کی مدد سے عامۃ المسلمین کے انقلاب کو فرو کرنے میں وقتی طور پر کامیاب ہو گیا۔ اکبر کی ان پالیسیوں اور طرز عمل کا یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں میں مشرکانہ رسم ورواج اور عقائد سرایت کرتے گئے، بدعات اور کفر کو

تقویت ملی، مسلمان عورتیں علانیہ ہندو اپنے قبضے میں رکھتے اور مسلمان بے بس نظر آتے تھے، اسلامی تعلیمات اور شعائر دین کا مذاق اڑایا جاتا، فسق وفجور، شراب اور قمار بازی وغیرہ کو فروغ حاصل ہوا۔ ان حالات میں مسلمانوں کا حساس اور خداترس طبقہ خاموش نہ تھا، بلکہ اس نے اپنے فرض کو پہچانا اور اکبر کے آخری دور میں مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تحریک احیاء اسلام شروع کی اور آپ ہی نے یہ نعرہ بلند کیا کہ "اسلام اسلام است اور کفر کفر ہست" یعنی اسلام اسلام ہے اور کفر کفر یعنی ہندو اور مسلمانوں کی مخلوط قومیت کی شدید مخالفت کی اور مسلمان علماء اور روساء میں اسلامی شعور واحساس کو بیدار کرنے کا کام شروع کیا۔ آپ کی مخالفت ہوئی، لیکن آپ نے جو تحریک مسلمانوں کے احیاء کے لئے چلائی وہ روز افزوں عوام میں مقبول ہوتی چلی گئی۔ شہنشاہ وقت کو باوجود مطلق العنان حکمران ہونے کے مسلمانوں کی خواہش کا احترام کرنا پڑا اور خود جہانگیر جس نے مشرکانہ ماحول میں تربیت پائی تھی، اسے شہنشاہ اکبر کی پالیسی ترک کرنا پڑی اور چند ایسی اصلاحات کرنا پڑیں جو کسی حد تک کفر وشرک کی قوت کو توڑنے والی تھیں۔

شاہ جہاں کی کامیابی اور اس کے مختلف اقدامات سے ہندوؤں کے اثرات کو نقصان پہنچا۔ شاہ جہاں خود اپنے پیشروؤں سے زیادہ اطاعت پسند مسلمان حکمران تھا۔ اس نے نئے مندروں کی تعمیر کو رکوا دیا، ان ہندو امراء کو جن کے قبضہ میں مسلمان عورتیں تھیں، حکم دیا کہ وہ مسلمان ہو جائیں یا عورتوں کو آزاد کریں، جن مقامات پر نماز باجماعت نہ ہو سکتی، اس کا انتظام کیا کہ رکاوٹیں دور ہو جائیں اور نماز باجماعت شروع ہو جائے۔ اس طرح شاہ جہان کے دور میں شرک وکفر کی طاقت کو اچھا خاصا نقصان پہنچا اور مسلمانوں کی قوت مجتمع ہونا شروع ہوئی، لیکن شاہ جہاں کے عہدِ آخر میں "دارا" جیسے شہزادے کی موجودگی سے جو اپنی دلچسپیوں اور وابستگیوں کی وجہ سے ہندو نواز تھا اور حکومت کے معاملات میں بہت عمل دخل رکھتا تھا، آئندہ کے لئے سخت خطرہ پیدا ہو گیا تھا، عالمگیر کے دارا سے اختلاف کی یہی وجہ تھی، جیسا کہ مآثر عالمگیری کے مصنف نے تحریر کیا ہے کہ "داراشکوہ" کے اطوار وعادات میں جو ادا سب سے زیادہ عالمگیر کو ناپسند تھی وہ شہزادۂ مذکور کی ہندو پرست طبیعت تھی، جس کی وجہ سے داراشکوہ ہندو تہذیب کی طرف مائل اور ان کے رسم ورواج کو جاری کرنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتا تھا، جب کہ جہاں پناہ (عالمگیر) دین ودولت کی حفاظت کو سب مقدم سمجھتے"۔

عالمگیر اپنے اوائل زندگی ہی سے عمل، قول، دلچسپیوں اور معاملات کے ہر پہلو سے اسلامی تصورات اور عقائد کا پابند تھا، اس کے قول وعمل میں ہم آہنگی تھی اور مسلمانوں کا سوادِ اعظم اس کی دیانت، صلاحیت پر اعتماد کرتا تھا اور انہیں یہ یقین تھا کہ عالمگیر کے کامیاب ہو جانے پر اسلام کا احیاء ممکن ہو سکے گا، اس لئے اسے عامۃ المسلمین کا تعاون واشتراک حاصل تھا اور بجا طور پر لوگ اس سے اسلام کے احیاء کی توقع کرتے تھے، چنانچہ عالمگیر کو اپنے بڑے بھائی دارا کے مقابلہ میں کامیابی ہوئی اور وہ ہندوستان کا حکمران ہوا۔

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کی ضرورت کا احساس اور اقدام: عالمگیر کی اصلاحات سے حکومت کے ڈھانچہ میں اسلامی

تصورات کو بہت کچھ عمل دخل ہو چکا تھا، لیکن حکومت کا سب سے بنیادی اور اہم مسئلہ اس کے عدلیہ کے قوانین ہوتے ہیں کیونکہ یہ روزمرہ کی زندگی اور معاملات کو کنٹرول کرتے ہیں اور بہت ہی دوررس نتائج کے حامل ہوتے ہیں، عالمگیر کی دلی خواہش تھی کہ وہ اپنی رعایا کو شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم کرے، اس لئے کہ اسلامی حکومت کا بنیادی مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ایسے حالات اور مواقع پیدا کئے جائیں جہاں عامۃ المسلمین آسانی کے ساتھ شریعت کے احکام پر عمل کر سکیں، چنانچہ عالمگیر کو ابتدا ہی سے اس بات کی فکر لاحق تھی کہ وہ ایسے اصلاحات اور اقدامات کرے جس سے روزمرہ کی زندگی کماحقہ اسلامی احکام وقوانین کی گرفت میں آجائے اور روزمرہ کے باہمی معاملات واختلافات فقہ اسلامی کے مطابق حل کئے جائیں۔ عالمگیر کو اس کام کی فکر ابتدا ہی سے تھی۔ وہ اپنے طالب علمی کے دور میں بھی فقہ سے دلچسپی رکھتا تھا اور خود مطالعہ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ فقہ کی تدوین کی ضرورت کو جس شدت سے محسوس کیا ہے اس کے متعلق ایم بی احمد نے اپنی کتاب The administration of Justice in Mediveal Indis میں تحریر کیا ہے:

> ''یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر اپنے تخت پر متمکن ہونے سے قبل ہی یہ خواہش رکھتا تھا کہ اس کی سرکردگی میں اسلامی فقہ پر کوئی قابل اعتبار کتاب ترتیب دی جائے۔ چنانچہ نہایت ہی قابل ذکر کارنامہ ہے کہ زمام حکومت سنبھالنے کے صرف پانچ ہی سال بعد اور تخت نشینی کے چار سال بعد خصوصی کام جو شہنشاہ ہند نے انجام دیا ہے وہ امپیریل فرمان کے ذریعہ فتاویٰ کی ترتیب کے لئے احکام تھے، ابتدائی انتظامات کے بعد علما کی تقرری کا کام شروع ہوا اور یہ کام ۱۰۷۳ھ میں شروع ہوا اور آٹھ سال بعد ۱۰۸۱ھ میں ختم ہوا''۔

عالمگیر سے قبل فقہ کا کوئی ایسا جامع، مستند مجموعہ موجود نہیں تھا جس میں تمام فقہائے اسلام کے فیصلے اور آراء محفوظ ہوں، جو کچھ بھی تھا وہ منتشر اور پراگندہ تھا، اس لئے عام افراد کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ ان سے آسانی سے استفادہ کر سکیں اور اب عالمگیر کے سامنے بھی کئی مشکلات آرہی تھیں، روزمرہ کے مسائل، باہمی اختلافات کے معاملات اور متنازعہ فیہ مسائل پر جب قاضیوں کو فیصلہ دینے پڑتے تو انہیں بہت ہی محنت وجانفشانی کرنی پڑتی، اس کے باوجود بھی انہیں یہ اطمینان نہ ہوتا تھا کہ انہوں نے فقہاء کے تمام اہم فیصلوں کو دیکھ لیا ہے، اس لئے کہ فقہ کا تمام کا تمام ذخیرہ منتشر تھا اور اس کے بعد بھی امکان ہوتا تھا کہ کچھ اہم فیصلے پھر بھی انداز ہو گئے ہوں جو ممکن ہے کہ فیصلہ کو متاثر کر سکتے تھے، یہ عملی دشواری ومشکل پہلے بھی موجود تھی، لیکن اب جب کہ ایک خاص اسلامی فضا اور ماحول معاملات کو طے کرنے کے لیے پیدا ہو رہا تھا تو قاضیوں کو یہ احساس ہمیشہ خوفزدہ رکھنے لگا کہ ان کے فیصلے اگر غلط یا غیر محتاط ہوئے تو ان کو اس کا جواب دینا ہوگا اور اس کا سارا گناہ ان کے سر پڑے گا۔ اس خدا ترسی کے جذبہ نے فقہ کی تدوین کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرایا کہ فقہ کا کوئی مستند، جامع اور سائنٹفک مجموعہ ہونا چاہئے جو قاضیوں کو مقدمات کے فیصلہ کرنے میں ممد ومعاون ہو۔ اس لئے عالمگیر نے یہ فیصلہ کیا کہ

مناسب طریقہ سے اسلامی فقہ کی تدوین کرنے کے لئے ہندوستان کے علماء اور فقہا کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو فقہ کی ایک جامع کتاب مرتب کرے تاکہ مسلمانوں کی زندگی کے مسائل فقہ اسلامی کی روشنی میں مناسب طریقہ سے طے کئے جائیں۔

بادشاہ نے ہندوستان کے مشاہیر علماء کے ایک گروہ کو حکم دیا کہ تمام فقہ کی کتابوں سے مفتی بہا مسائل کا انتخاب کر کے ایک کتاب تیار کریں اور اس گروہِ علما کا صدر شیخ نظام کو مقرر کیا۔ جن کو علماء کی ایک جماعت بلانے کا کام بھی سپرد ہوا، اور جن کی متفقہ رائے ہی سے تمام فیصلوں کو کتاب میں شامل کیا جاسکتا تھا، اہل علم اور فقہ کی جو نامور شخصیات اس وقت دارالخلافہ میں موجود تھیں ان کو یہ کام سپرد کیا گیا اور ایک فرمان کے ذریعہ ان تمام اہل علم کو جو علمی شہرت رکھتے تھے اور علم فقہ میں عبور رکھتے تھے، ملک سے منتخب کر کے بلایا گیا اور اس بورڈ کا شریک کار کیا گیا۔ سرکاری خزانہ سے گزر اوقات کے لئے ان کا ایک معقول وظیفہ مقرر کیا گیا، تاکہ یکسوئی کے ساتھ اس کام کو انجام دے سکیں۔ ان کے لئے امپیریل کتب خانہ کی تمام کتابیں مہیا کی گئیں، اور جو کتابیں درکار ہوتیں، اس کو مہیا کرنے کا انتظام کیا جاتا، ہر سال سرکاری خزانہ سے ان کے اخراجات کے لئے ایک کثیر رقم عطا کی جاتی، اس طرح سرسری اندازہ کے مطابق اس کام پر دو لاکھ روپے (اس زمانے کے اعتبار سے) صرف ہوا، اور آٹھ سال کی مدت میں یہ کتاب تیار ہوئی اور ''فتاویٰ عالمگیری'' کے نام سے موسوم ہوئی۔

فتاویٰ کی ترتیب وتدوین: فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی ایک عظیم اور بلند پایہ تصنیف ہے، اس میں مستند ترین فقہاء کے فیصلے، ان کی آراء، مختلف دقیق مسائل کی شرح، تنقیدیں، مذہبی قوانین، قواعد وضوابط اور ایسے رسم و رواج جو معاملات زندگی پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں، ان کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے، مسلمانوں کے شخصی قوانین جن کا تعلق وراثت، وصیت، طلاق وغیرہ کے معاملات سے ہے وہ تمام قواعد وضوابط تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس طرح فتاویٰ کا دائرہ بہت وسیع اور ہمہ گیر ہے۔

ترتیب دینے کا طریق کار: فتاویٰ کو ترتیب دینے کے متعلق فتاویٰ کو دیکھ کر جو کچھ اندازہ ہوتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ فتاویٰ کو ترتیب دینے میں نہایت ہی احتیاط اور سائنٹفک طریقہ اختیار کیا گیا تھا، وہ تمام ذرائع جو ممکن ہو سکتے تھے ان کو اختیار کرنے کی کوشش کی گئی، کتاب کو مرتب کرنے کے لئے مختلف مضامین ومباحث کے اعتبار سے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور ہر حصہ کے لئے علماء کا ایک مستقل الگ جماعت تھی، جو دس بارہ افراد پر مشتمل ہوتی اور اس کا ایک صدر ہوتا جس کی زیر نگرانی یہ جماعت کام کرتی تھی، اور ان تمام جماعتوں کے صدر شیخ نظام برہانپوری تھے، جو پورے کام کے نگران یا انچارج تھے اور وہ براہ راست فتاویٰ کی تیاری کے سلسلے میں جو مسائل ومعاملات پیدا ہوتے ان کی جواب دہی عالمگیر کے سامنے کرتے۔

جیسا کہ معلوم ہوا کہ فتاویٰ کو مرتب کرنے کے لئے مباحث اور مضامین کے اعتبار سے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا

گیا تھا، لیکن اس کے متعلق واضح معلومات نہیں ملتیں کہ کتنا کام کس کے سپرد ہوا، البتہ سرسری تحقیق سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ ایک چوتھائی کام شیخ وجیہ الدین گوپامئوی کو سپرد کیا گیا تھا، ان کی مدد کے لئے علماء کرام کی ایک جماعت موجود تھی جو فقہ کی مختلف کتابوں کا مطالعہ کرتے، اقتباسات اور حوالہ جات جمع کر کے ترتیب دیتے تھے، بدقسمتی سے ان حضرات کے نام نہیں ملتے کہ کون کون حضرات تھے۔

فتاویٰ کے دوسرے حصہ کو ترتیب دینے کے لئے شیخ جلال الدین محمد جونپوری کو مقرر کیا گیا تھا۔ ''مشاہیر جونپور'' میں ان کے متعلق یہ تحریر کیا گیا ہے کہ فتاویٰ عالمگیر کا ایک حصہ انہوں نے ہی ترتیب دیا ہے، البتہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ فقہا کی کتنی بڑی تعداد آپ کی نگرانی میں کام کرتی تھی۔

تیسرے حصے کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ وہ قاضی محمد حسین جونپوری کے سپرد تھا، ان کے متعلق مرآۃ العالم کے مصنف کا بیان ہے کہ ''فتاویٰ کا چوتھائی حصہ ان کی زیر سرکردگی میں ترتیب دیا گیا ہے''۔ ان کے ساتھی علماء کے نام، تعداد اور تفصیل بھی نہیں ملتی۔

عالمگیر کی فتاویٰ کی تدوین سے دلچسپی: فتاویٰ کی تصنیف میں عالمگیر نے خود بے پناہ دلچسپی لی ہے، اور عملی طور پر اس کام کی تیاری میں غیر معمولی شغف اور انہماک دکھایا ہے۔ اس نے ایک طرف تو بورڈ کے علماء اور فقہاء ایسے مقرر کئے جو اپنے دور کے ممتاز اور معتمد اور مستند عالم تھے، ان کو وظائف اور ''مدد معاش'' کے طور پر قطعات اراضی دے کر روزمرہ کی ضروریات سے بے نیاز کیا، مادی سہولتوں کے بہم پہنچانے کے علاوہ فقہ کی کتابوں کا ایک ذخیرہ جمع کیا تاکہ اس سے استفادہ کر سکیں، اس کے علاوہ دیگر ممکن سہولتیں فراہم کیں، ان سب باتوں سے بڑھ کر وہ خود روزانہ ایک مقررہ وقت پر شیخ نظام برہانپوری کو، جو فتاویٰ مرتب کرانے والے علماء کے بورڈ کے صدر تھے بلا کر نہایت ہی انہماک اور تنقیدی نظر سے تین یا چار صفحات یومیہ مطالعہ کیا کرتا تھا اور شیخ نظام کو ان کی بھول چوک اور غلطیوں پر فوراً متوجہ کیا کرتا تھا۔ اس قسم کا ایک واقعہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے والد شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ملا نظام الدین روزانہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر فتاویٰ کے چند صفحات سنایا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے عجلت میں حاشیہ کے نوٹ اور اصل متن کو ملا دیا جس سے تمام کا تمام مطلب خلط ملط ہو کر رہ گیا۔ عالمگیر نے فوراً مداخلت کی اور ملا نظام سے اس کا مطلب دریافت کیا، ملا نظام دم بخود رہ گئے۔ انہوں نے پہلے سے مطالعہ کر رکھا تھا تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور انہیں اپنی غلطی اور کوتاہی پر معافی مانگنی پڑی۔

یہ ایک واقعہ اس بات پر مشاہد ہے کہ بادشاہ کا خود اس کام میں بہت بڑا ہاتھ تھا، علماء اور فقہاء کو اس بات کا خیال تھا کہ بادشاہ خود چونکہ اس کا پروف (PROOF) دیکھتا ہے اس لئے وہ بہت ہی محنت اور تندہی سے کام کو انجام دیتے اور کسی قسم کی غفلت یا لاپرواہی نہ کرتے تھے اور یہی سب سے بڑی خصوصیت فتاویٰ عالمگیر کی ہے کہ انسان کے دائرہ اختیار میں

جہاں تک غلطیوں اور کوتاہیوں پر قابو پانے کی کوشش کی جاسکتی ہے وہ اس کی ترتیب کے سلسلے کی گئی ہے۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ اساتذہ کی روایت ہے کہ جب سلطان عالمگیر نے فتاویٰ مراتب کرایا تو علماء رات کے وقت، بعد نمازِ تہجد جو مسائل روزانہ لکھا کرتے تھے، سنایا کرتے تھے اور جب کسی مسئلہ میں علماء الجھ جاتے تو سلطان عالمگیر جو کہتے تھے وہی مسئلہ پاس ہو کر تحریر ہوتا تھا۔ (انوار انوری: ص ۸۶)

فقہ حنفی کی سب سے مستند اور مشہور کتاب ''ہدایہ'' ہے، جو عالم اسلام کے ہر گوشہ میں پڑھی جاتی ہے اور اس کی مختلف شرحیں مثلاً شیخ حسام الدین علی کی ''نہایہ'' اور شیخ اکمل الدین محمد بن محمود کی ''عنایہ'' علامہ ابن الہمام کی ''فتح القدیر'' ہے، جو عالم اسلام میں ممتاز حیثیت کی مالک ہیں، لیکن ہندوستان کے فقہاء اور علماء ہدایہ کے بعد فتاویٰ عالمگیری کو مقام دیتے ہیں۔ اس میں لاتعداد اختلافات کی تشریحات اور فقہائے متقدمین کی آراء موجود ہیں، حالانکہ فتاویٰ عالمگیری سترہویں صدی میں ترتیب دی گئی ہے، اس کے باوجود اپنی جامعیت اور ہمہ گیریت کی وجہ سے آج بھی افادیت کا پہلو رکھتی ہے۔

فتاویٰ کی ماخذ کتابیں: فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں فقہ اسلامی پر جو کتابیں اس وقت تک تحریری شکل میں موجود تھیں، وہ سب جمع کی گئی تھیں، لیکن ان کتابوں کی تعداد کا صحیح اندازہ تو ممکن نہیں، اس لئے کہ بہت ہی کثیر تعداد میں تھیں، ان کے علاوہ قلمی مسودات اور مفتیوں کے فتاویٰ بھی تھے، جن سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ غرض یہ کہ فقہ اسلامی اور اصول فقہ پر جو کتابیں بھی اس وقت موجود تھیں ان سے ضرور استفادہ کیا گیا، تاکہ فقہ پر اس وقت تک جو کچھ علمی کام ہو چکا ہے وہ نظر انداز نہ ہو سکے۔ اس سلسلے میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی کی ان چند مشہور کتابوں کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے جو فتاویٰ کی تدوین میں استعمال کی گئی ہیں۔

(۱) شرح وقایہ: فقہ اسلامی کی یہ کتاب آج بھی مسلمانوں میں بہترین اور قابل اعتماد تصور کی جاتی ہے اور دینی مدارس کے نصاب میں داخل ہے۔ اس کی شرح شیخ عبداللہ بن مسعود نے لکھی ہے جو چار جلدوں میں ہے، اس کا خلاصہ نقایہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۲) مختصر القدوری: یہ کتاب ابوالحسین احمد بن محمد قدوری نے تحریر کی ہے اور فقہ اسلامی کی مستند کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

(۳) قنایہ المنایہ: اس کے مصنف نجم الدین بختیاری ہیں۔

(۴) کافی: یہ عدالتی فیصلوں کا ایک مجموعہ ہے جس کو امام محمدؒ نے اپنی مبسوط میں درج کیا ہے۔

(۵) ھدایہ: شیخ برہان الدین علی بن ابوبکر مرغینانیؒ کی مشہور تصنیف ہے۔ فقہ حنفی میں یہ سب سے زیادہ مستند کتاب تصور کی جاتی ہے۔ بلکہ فقہائے حنفی ''ہدایہ'' کو فقہ کی دوسری تمام کتابوں پر فوقیت دیتے ہیں۔ اس کی عربی، اردو مختلف شروحات لکھی گئی ہیں۔ اس کتاب کا Hamilton نے انگریزی میں بھی ترجمہ کیا ہے۔

(۶) **منیۃ المصلی**: سعید الدین کاشغریؒ اس کتاب کے مصنف ہیں۔ کتاب تو بہت مختصر ہے، لیکن نماز کے مسائل میں بہت ہی قابل اعتماد ہے۔ اس کی شرحیں صغیری اور کبیری کے نام سے مشہور و متداول ہیں۔

(۷) **مختصر الطحاوی**: فقہ کی یہ کتاب دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس کو ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ نے تالیف کیا ہے۔

(۸) **فتح القدیر**: یہ ہدایہ کی طویل اور تفصیلی شرح جس کو علامہ ابن ہمام نے تالیف کیا ہے۔ اس کا تکملہ مفتی احمد شمس الدین نے کیا ہے۔ چھ جلدوں میں مطبوعہ ہے۔

(۹) **محیط برہانی**: برہان الدین محمود نے کئی جلدوں میں اس کتاب کو ترتیب دیا ہے یہ عام طور سے محیط کبیر کے نام سے مشہور ہے۔

(۱۰) **محیط السرخسی**: یہ کتاب رضی الدین خلف محمد کی تصنیف کردہ ہے۔ فقہ کی تین عظیم اور مستند کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، یہ تینوں کتابیں کبریٰ، وسطیٰ اور صغریٰ کے نام سے مشہور ہیں۔

(۱۱) **الجامع الصغیر**: اس کے مصنف امام محمد بن حسن شیبانی ہیں، اس کا شمار فقہ کی قدیم ترین کتابوں میں ہوتا ہے اور ۱۵۳۲ اہم موضوعات اس میں مذکور ہیں۔ مسلمانوں کے ابتدائی دور حکومت میں کوئی مسلمان قاضی اس کتاب سے بے نیاز ہو کر مقدمات کے فیصلے نہیں کر سکتا تھا۔

(۱۲) **مبسوط**: یہ کتاب الاصل کے نام سے مشہور ہے اور اس کے مصنف امام محمد شیبانی ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد اور جانشین تھے، فقہاء میں یہ کتاب بہت مقبول ہے۔

(۱۳) **جامع کبیر حصیری**: یہ جامع الکبیر کی عالمانہ شرح ہے، جس کو جلال الدین بن محمد بن احمد بخاری نے ترتیب دیا ہے۔

(۱۴) **النوازل**: اس کے مصنف امام ابواللیث سمرقندیؒ ہیں، جن کا انتقال ۳۷۶ھ میں ہوا ہے۔ امام موصوف نے اس کتاب کو ترتیب دے کر فقہ حنفی کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ بڑی محنت اور کاوش سے ابتدائے عہد اسلام کے قاضیوں کے فیصلے، فقہاء کی آراء اور مفتیوں کے فتاویٰ کو جمع کیا ہے۔

(۱۵) **سراج الوہاج**: حداد عبادی کی تحریر کردہ یہ کتاب مختصر القدوری کی شرح ہے۔ فتویٰ دینے کے لیے یہ کتاب زیادہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ علماء نے اس کو غیر مستند کتب میں شمار کیا ہے۔

(۱۶) **مختار**: یہ ایک متن ہے۔ حاشیہ پر کسی قسم کی تشریح یا نوٹ نہیں ہے، اس کے مصنف شیخ عبداللہ بن محمود موصلیؒ نے خود ہی اس کی شرح لکھی ہے، اور ہر فیصلہ میں امام ابوحنیفہ ہی کا حوالہ دیا ہے اس وجہ سے یہ متن علماء اور فقہاء میں بہت مشہور ہے۔

(۱۷) **الذخیرہ**: یہ ذخیرۃ الفتاویٰ کے نام سے مشہور ہے اور فقہ اسلامی کی مستند کتابوں میں شمار کی جاتی ہے، اس کے

مصنف امام برہان الدین ہیں، جو محیط کبیر کے بھی مصنف ہیں۔

(۱۸) غیاث البیان: یہ کتاب دس جلدوں میں ہے۔ اور اس کے مصنف ابوالخیر شافعی عمرانی ہیں۔ اسی نام کی ایک کتاب اور ہے جس کو ابواسحاق اسماعیل بن طبری نے ترتیب دیا ہے۔ آپ امام محمد کے شاگرد تھے۔

(۱۹) البرجندی: ابوالعلیٰ برجندی کی وقایہ صغیر کی شرح ہے۔

(۲۰) بدائع الصنائع: "تحفۃ الفقہاء" کی شرح ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف ابوبکر بن مسعود کاسانی ہیں، جس وقت یہ کتاب تحریر کی گئی تھی تو "تحفۃ الفقہاء" کے مصنف حیات تھے، انہوں نے اس عالمانہ شرح کی بہت تعریف کی تھی۔ اس خوشی میں اپنی صاحبزادی کا عقد نکاح علامہ کاسانیؒ سے کرادیا تھا۔

(۲۱) جامع المضمرات: جمال الدین یوسف بن محمد کی تحریر کردہ قدوری کی شرح ہے۔

(۲۲) البحر الرائق: علامہ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم جو مصر کے ایک مشہور فقیہ گزرے ہیں، ان کی تحریر کردہ ہے، فقہ حنفی کے مشہور متن "کنز الدقائق" کی قابل اعتماد شرح ہے۔

(۲۳) ینابیعہ: برہان الدین ابن محمد بن عبد کی تصنیف کردہ قدوری کی شرح ہے۔

(۲۴) النقایہ: یہ وقایہ کے متن کا خلاصہ ہے۔

(۲۵) المزید: الزیادہ کی متعدد شرحوں میں سے ایک شرح ہے جس کو امام محمد نے ترتیب دیا ہے۔ یہ امام یوسف کے ان لیکچروں کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے اپنے طلبا کو دیئے تھے۔

(۲۶) عنایہ: یہ ہدایہ کی شرح ہے، جس کو شیخ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی نے تصنیف کیا ہے۔ فتح القدیر کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(۲۷) التہذیب: مختار بن حسن بزدوی کی تحریر کردہ جامع الصغیر کی دو جلدوں میں شرح ہے۔

(۲۸) المنتقیٰ: اس کے مصنف حکیم ابوالفضل محمد ہیں۔ اس کے مصنف کا یہ کہنا ہے کہ اس کتاب کو ترتیب دینے سے قبل فقہ پر تین سو کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔

(۲۹) الظہیریہ: ظہیر الدین ابوبکر محمد بخاری کا تصنیف کردہ فقہی مسائل کا بہت قابل قدر اور قابل اعتماد مجموعہ ہے۔ اس میں ایسے مسائل درج ہیں جن کی ضروریات عامۃ المسلمین کو روزمرہ کی زندگی میں پڑتی ہے۔

(۳۰) الاختیار: ابوالفضل مجد الدین بن عبداللہ اس کتاب کے مصنف ہیں۔ متن کے جو نوٹ حاشیہ میں تحریر کئے ہیں اس کو "مختار" کہتے ہیں۔ اس کتاب میں امام ابوحنیفہ کے مختلف فتاویٰ جو مختلف مسائل پر ہیں درج ہیں، اس لئے علماء اور فقہا میں بہت جلد مشہور ہوگئی تھی۔ اس کی تشریح کے لئے مصنف نے خود ہی ایک طویل شرح بھی تحریر کی ہے۔

اس کے علاوہ جن کتابوں سے فتاویٰ کی تدوین میں استفادہ کیا گیا ان میں سے بعض مزید کتابوں کے نام یہ ہیں:

خلاصۃ الفتاویٰ، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ تاتارخانیہ، تبیین الحقائق، تمرتاشی، معراج الدرایہ، ابی المکارم کی نقایہ، برہانیہ، الجوہرۃ المنیرہ، کفایہ، السراجی، فصول عمادیہ، فتاویٰ بزازیہ، جواہرالاخلاطی، حاوی القدسی، فتاویٰ الصغریٰ، فتاویٰ الکبریٰ، خزانۃ الفتاویٰ، مختارالفتاویٰ، فتاویٰ السراجیہ، فتاویٰ غیاثیہ، فتاویٰ الحسبیہ، خزانۃ المفتیین، النہرالفائق، کنزالدقائق، مجموع البحرین، تنویرالابصار، فتاویٰ نسفیہ، خزینۃ الفقہ ......وغیرہ۔

مندرجہ بالا کتابوں کے نام تو ہمیں ملتے ہیں جن کے متعلق وثوق سے کہا جاتا ہے کہ فتاویٰ کی تدوین میں ان کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، اس کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں، جواب تک فتاویٰ پر تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے معلومات میں نہیں آسکیں۔ اس طویل فہرست کتب سے اندازہ ہوتا ہے کہ فتاویٰ کی تدوین میں کس قدر تحقیق وجستجو سے کام لیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ عالمگیری اپنی افادیت اور علمی نقطہ نگاہ سے فقہ پر ایک لاجواب کتاب ہے۔

فتاویٰ کی تدوین میں شریک علماء وفقہاء: فتاویٰ کی تدوین میں جو دوسری اہم خصوصیت ہے وہ یہ کہ اس کتاب کو ترتیب دینے میں اس دور کے بہترین علماء اور فقہاء کا ہاتھ تھا، یہ تمام حضرات اپنے دور کے ممتاز اہل علم تھے، جن کی بڑی علمی شہرت تھی اور جو معتمد علیہ شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ درس وتدریس میں گزرا تھا، وہ اخلاق وکردار کے لحاظ سے اعلیٰ ترین مقام پر تھے، فتاویٰ کی ترتیب کے لئے علماء کا ایک باقاعدہ بورڈ تھا جس میں ہر قسم کے عالم اور فقیہہ موجود تھے۔ ان میں سے بعض فقہ کی کتابوں کو جمع کرتے، جزئیات اور حوالہ جات کا مطالعہ کرتے اور اقتباسات جمع کرتے اور اسے نقل کرکے یکجا کرتے۔ اس طرح علماء اور فقہاء کی ایک ٹیم اس کام کو سرانجام دے رہی تھی، جس میں ہر قسم کی صلاحیت کے افراد تھے۔ تحقیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کام میں کم وبیش ۴۰ سے ۵۰ علماء شریک تھے۔

ذیل میں ان فقہاء اور علماء کا جنہوں نے فتاویٰ کی تدوین میں اہم حصہ لیا ہے ان کے نام ذکر کیے جاتے ہیں، شیخ نظام الدین برہانپوری چونکہ اس کام کے نگران اعلیٰ تھے، ان کا مختصر تعارف ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ شیخ نظام الدین برہانپوری: فتاویٰ کی تدوین کے لئے علماء کا جو بورڈ قائم کیا گیا تھا آپ اس کے صدر تھے اور آپ ہی کو شاہی فرمان کے ذریعہ سے یہ اختیار دیا گیا تھا کہ علماء اور فقہاء کی ایک ایسی مجلس تشکیل دیں جو فتاویٰ کی تدوین کا کام کرے۔ آپ کی پیدائش وسطِ ہند کے شہر برہانپور میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم اپنے زمانہ کے مشہور عالم قاضی نصیرالدین برہانپوری سے حاصل کی۔ شیخ اپنی ذہانت اور علمی صلاحیتوں کی بناء پر مشہور تھے، عالم گیر ان کا احترام کرتا تھا اور اکثر وبیشتر شاہی مراعات سے نوازتا تھا۔ سرکاری امور سے فراغت کے بعد شیخ نظام، عالم گیر کو امام غزالی کی تصنیف احیاء العلوم پڑھاتے تھے۔ آپ صرف عالم ہی نہیں بلکہ ایک نہایت ہی جری اور تجربہ کار سپاہی بھی تھے، بادشاہ نے بہت ساری مہمات پر آپ کو مامور کیا تھا۔

وفات: وفات کے بارے میں کوئی واضح قول نہیں ملا البتہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس وقت فتاویٰ عالم گیری ؒ

کی صدارت میں ترتیب دی جا رہی تھی اس وقت شیخ کی عمر ۸۰ سال کے قریب تھی۔ شیخ نظام کی قبر آج بھی برہان پور میں مرجع خلائق بنی ہوئی ہے۔

فتاویٰ کی تدوین میں شامل دیگر حضرات: ۲- ملا وجیہہ الدین گوپاموی، ۳- ملا حامد جونپوری، ۴- قاضی محمد حسنین جونپوری، ۵- ملا جلال الدین محمد جونپوری، ۶- سید نظام الدین ٹھٹوی، ۷- ملا محمد جمیل صدیقی، ۸- مولانا محمد شفیع سرہندی، ۹- قاضی محمد ابوخیر، ۱۰- ملا ابوواعظ ہرگامی، ۱۱- ملا وجیہہ الرب، ۱۲- ملا ضیاالدین محدث، ۱۳- سید محمد قنوجی، ۱۴- شیخ رضی الدین بھاگل پوری، ۱۵- ملا محمد اکرم لاہوری، ۱۶- مولانا محمد فائق، ۱۷- قاضی علی اکبر سعد اللہ، ۱۸- سید عنایت اللہ مونگیری، ۱۹- ملا غلام محمد لاہوری، ۲۰- ملا فصیح الدین جعفری پھلواری، ۲۱- شیخ احمد خطیب، ۲۲- ملا محمد غوث، ۲۳- امیر میراں علامہ الفرح۔

ان علماء اور فقہاء کے علاوہ مزید علماء شریک کار رہے ہیں، لیکن اب تک چونکہ فتاویٰ پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا، اس لئے ان کے حالات کا علم نہیں ہوا، ان فقہاء کے حالات کی ایک کتاب میں نہیں ملتے بلکہ ان کے متعلق مختلف کتابوں میں کچھ حالات ملتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات نے فتاویٰ کی تدوین میں نمایاں کام کیا۔

فتاویٰ عالمگیری کے مختلف زبانوں میں ترجمے: **فارسی ترجمہ:** اصل کتاب چونکہ عربی میں ہے تو عام لوگوں کے استفادے کے لیے بادشاہ عالمگیر نے خود فارسی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا تھا، اور اس کام کے لیے عبداللہ خلفی رومی کو مقرر کیا تھا، آپ کے ساتھ آپ کے شاگرد بھی اس کام میں معاون تھے۔

اُردو ترجمہ: ہندوستان میں انگریز کے دور اقتدار شروع ہو جانے کے بعد مسلمان آہستہ آہستہ عربی اور فارسی سے نابلد ہونے لگے تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس علمی ذخیرے کو بھی اُردو میں منتقل کیا جائے، تاکہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں، چنانچہ ہندوستان کے ممتاز قانون دان سید امیر علی نے اس کا اردو ترجمہ کیا، جو اب ہندو پاک میں چھپ کر مقبول عام ہو چکا ہے۔

انگریزی ترجمہ: انگریزی زبان میں اس کا کوئی مکمل اردو ترجمہ موجود نہیں، البتہ "A Diegest of Mohammadan Hanific & Islamic Law in Indai" کے نام سے ایک ترجمہ کا ذکر ملتا ہے، جو N.B.E Baila نے کیا ہے، لیکن یہ بھی نامکمل ہے۔

ماخذ و مراجع: (۱) مآثر عالمگیری، مصنف: محمد مستعد خان ساقی (۲) برصغیر پاک و ہند میں فقہ اور علم فقہ، مصنف: مولانا محمد اسحاق بھٹی، (۳) رقعات عالمگیری، مصنف: سید نجیب اشرف ندوی، (۴) حدائق الحنفیہ، (۵) علمائے ہند کا شاندار ماضی، (۶) انوار انوری، (۷) ملفوظات فقیہ الامت، (۸) ماہنامہ چراغ راہ

☆......☆......☆